# روزوں کے متعلق

# نہ بے جا تشدّد اختیار کیا جائے اور نہ بے جا نرمی۔

(فرمودہ ۲۰؍ اکتوبر ۱۹۳۹ء)

تشہّد ،تعوّذ اور سورۃ فاتحہ کی تلاوت کے بعد فرمایا:-

''چھ دن سے وہ مہینہ شروع ہے جس کے متعلق اللہ تعالیٰ اپنے پاک کلام میں فرماتا ہے کہ شَهْرُ رَمَضَانَ الَّذِيٓ اُنْزِلَ فِيْهِ الْقُرْاٰنُ [1] یعنی رمضان کا مہینہ وہ ہے جس میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم اُتارا، یا جس کے بارہ میں اللہ تعالیٰ نے قرآن کریم کو اُتارا۔ جیسا کہ مَیں کئی دفعہ بیان کر چُکا ہوں تاریخ سے یہ امر ثابت ہوتا ہے کہ ابتدائے نزول قرآن بھی رمضان کے مہینہ میں ہوا اور ہر رمضان میں جتنا اس وقت تک نازل ہو چُکا ہوتا تھا جبرائیل دوبارہ نازل ہوکر اُس کو رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے ساتھ دُہراتے تھے۔[2] اِس روایت کو مدّنظر رکھتے ہوئے کہا جاسکتا ہے کہ سارا قرآن ہی رمضان میں نازل ہوا بلکہ کئی حصّے متعدد بار نازل ہوئے یہاں تک کہ ہم کہہ سکتے ہیں کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے نبی مبعوث ہونے کے بعد اگر تئیس رمضان آئے تو بعض آیات ایسی تھیں جو تئیس بار نازل ہوئیں، بعض بائیس بار نازل ہوئیں، بعض اکیس بار اور بعض بیس بار۔ اِسی طرح جو آیات آخری سال نازل ہوئیں وہ دو دفعہ دُہرائی گئیں کیونکہ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے فرمایا آپ کی حیاتِ طیبہ

کے آخری سال میں جبرائیل نے دو دفعہ قرآن کریم آپؐ کے ساتھ دوہرایا۔ یہ بات قرآن کے رُو سے ثابت ہے کہ ملائکہ جو کام کرتے ہیں وہ خدا تعالیٰ کے حُکم سے کرتے ہیں اس لئے یہ نہیں کہا جا سکتا کہ جبرائیل کا رمضان میں آپ کے ساتھ قرآن کریم کا تکرار نزول نہیں کہلا سکتا۔ کیونکہ فرشتہ اُترتا ہی تب ہے جب اللہ تعالیٰ کا حُکم ہو۔ پس یہ کہنا صحیح نہیں کہ جبرائیل خود بخود تکرار کے لئے آتے تھے بلکہ خدا تعالیٰ کے حُکم سے آتے تھے اور اسلامی زبان میں اس کے لئے نزول کی اصطلاح ہی استعمال ہوتی ہے۔ یہی وجہ ہے کہ رسُولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم نے ان ایّام میں تلاوتِ قرآنِ کریم کو ضروری قرار دیا ہے اور صحابہؓ کرامؓ، تابعین اور تیرہ صدیوں کے مسلمان برابر ان ایّام میں تلاوتِ قرآن کریم میں زیادتی کرتے چلے آئے ہیں اور یہی وجہ ہے کہ یہاں بھی ہم نے رمضان میں درس کا سلسلہ شروع کیا ہوا ہے تا لوگ قرآن کریم کا ترجمہ اور معمولی تفسیر سُن سکیں۔ اِسی طرح حضرت عمر رضی اللہ عنہ کے تتبّع میں قریباً تمام مساجد میں تراویح کا بھی انتظام کیا جاتا ہے۔ مسجدوں میں لوگ جمع ہو کر اِس طرح قرآن کریم سُنتے ہیں پھر بہت سے لوگ گھروں میں قرآن کریم پڑھ لیتے ہیں اور تہجد پڑھتے ہیں۔ جیسا کہ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا دستور تھا۔

جب اسلام بہت پھیل گیا اور کئی کمزور لوگ بھی داخل ہونے لگے تو حضرت عمرؓ نے سمجھا کہ بہت سے لوگ تہجد نہیں پڑھ سکیں گے اس لئے شروع وقت میں تراویح کا طریق اختیار کیا تا مسجدوں میں قرآن کریم سُن سکیں۔ گویا یہ طریق صحابہ کا جاری کردہ ہے اور تہجد کا طریق رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کا ہے۔ جو لوگ تہجد پڑھ سکتے ہوں اور گھر میں قرآن کریم کی تلاوت کر سکیں، انہیں شروع وقت میں تراویح پڑھنے کی ضرورت نہیں لیکن جو لوگ سمجھتے ہیں کہ تہجد نہیں پڑھ سکتے یا قرآن کریم کی تلاوت نہیں کر سکتے یا وہ اَن پڑھ ہیں یا پڑھے ہوئے تو ہیں مگر دیکھ نہیں سکتے ان کے لئے یہ صورت ہے کہ وہ تراویح پڑھیں اور مسجد میں قرآن سُن لیں خواہ اوّل وقت میں یا آخری وقت میں۔ اِسی طرح وہ لوگ بھی اِس طریق سے فائدہ اُٹھا سکتے ہیں جو سمجھتے ہیں کہ گھر پر وہ باقاعدگی کو قائم نہیں رکھ سکیں گے لیکن مسجد میں ناغہ کرنا مُشکل ہو گا۔ ایک روز جانے کے بعد دوسرے روز ناغہ ہو گا تو دوست احباب دریافت کریں گے کہ کیوں نہیں آئے؟

اِس طرح نفس شرمندگی محسوس کرے گا اور وہ ناغہ سے بچ جائیں گے۔ انہیں بھی تراویح پڑھنی چاہیئے اِس کے علاوہ رمضان میں روزہ بھی نہایت اہم عبادت ہے۔ اوّل تو سب کی سب عبادات اپنی اپنی جگہ پر نہایت اہم ہیں لیکن اگر عبادات کی کوئی ترتیب مقرر کی جاسکتی ہے تو روزہ کا درجہ تیسرا ہے یعنی نماز، زکوٰۃ اور روزہ۔ گو ہمارے مُلک میں اِس کی ترتیب اور ہے یعنی لوگ کہا کرتے ہیں نماز، روزہ، حج، زکوٰۃ لیکن شریعت کے احکام سے جہاں تک ثابت ہوتا ہے صحیح ترتیب نماز، زکوٰۃ، روزہ اور حج ہے۔ ہندوستان کے مسلمان چونکہ زکوٰۃ دینے میں سُست ہیں یا مالی قُربانی کا مادہ اُن میں کم ہے اِس لئے اُنہوں نے اِسے چوتھے نمبر پر رکھ لیا ہے۔ بہرحال روزہ اہم عبادتوں میں سے ہے اور اُن میں سے جن کو قرآن کریم نے خاص طور پر بیان کیا ہے اور متعدد بار اِس پر زور دیا ہے مسلمانوں میں اِس وقت یہ عیب پیدا ہو گیا ہے کہ وہ اعتدال کو ترک کر بیٹھے ہیں یا ایک سرے پر کھڑے ہوں گے اور یا دوسرے سرے پر روزہ کے متعلق بھی ان کا یہی حال ہے یا تو وہ لوگ ہیں جو اس کے ایسے پابند ہیں کہ سفر اور بیماری میں بھی اِسے ضروری سمجھتے ہیں اور بعض تو اِس میں اِس قدر شدّت اختیار کرتے ہیں کہ بچوں پر بھی جن پر روزے واجب نہیں ہیں سختی کرتے ہیں۔ یعنی اگر بچے روزہ رکھ لیں تو توڑنے نہیں دیتے۔ ایسے واقعات بھی ہوئے ہیں کہ ۷، ۷، ۸، ۸ سال کے بچوں نے روزے رکھے تو ماں باپ نے ان کی حفاظت کی کہ توڑ نہ دیں اور روزہ رکھنے پر ان کو مجبور کیا حتّٰی کہ وہ مَر گئے۔ بیشک روزہ کا ادب واحترام ان کے دلوں میں پیدا کرنا ضروری ہے اور اس لئے ان کو بتانا چاہیئے کہ اگر سارا دن نباہ نہیں سکتے تو رکھو ہی نہیں لیکن یہ کہ اگر وہ رکھ لیں تو پھر توڑیں نہیں خواہ مَرنے لگیں نہایت ظالمانہ فعل ہے اور اسلام کی تعلیم کے سراسر خلاف ہے۔ پس گو یہ ضروری ہے کہ ان کے اندر ادب پیدا کیا جائے اور اس غرض سے ان کو سمجھایا جائے کہ اِسی صورت میں روزہ رکھو کہ اسے نباہ سکو لیکن رکھنے کے بعد اگر نہ نباہ سکیں تو یہ جبر کہ ضرور پورا کریں ظلم ہے۔ تو ایک طرف تو مسلمانوں میں ایسے لوگ ہیں جو روزہ کے بارہ میں اِس قدر سختی کرتے ہیں اور دوسری طرف ایسے لوگ ہیں جو روزوں کی ضرورت کے ہی قائل نہیں۔ بِالخصوص تعلیم یافتہ طبقہ اِسی خیال کا ہے۔ حضرت مسیح موعود علیہ السلام کے زمانہ میں مجھے یاد ہے مَیں نے اخبارات میں پڑھا تھا کہ

ایک شخص ٹرکی یا مصر سے یہاں آیا جو تقریریں کرتا پھرتا تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم اس زمانہ میں ہوتے تو ضرور روزہ کی شکل بدل دیتے۔ اِس لئے ہمیں بھی بدل دینی چاہئے گویا پہلے وہ یہ فرض کر لیتا کہ وہ زمانہ اور تھا اور یہ اَور ہے۔ پھر یہ کہ اگر آپ اِس زمانہ میں ہوتے تو ضرور روزہ کی موجودہ شکل میں تبدیلی کر دیتے اور پھر یہ نتیجہ نکالتا کہ اِس وجہ سے ہمیں بھی اب اِس میں تبدیلی کر لینی چاہئے اور اِس کی صورت وہ یہ تجویز کرتا تھا کہ صبح کے وقت ناشتہ کر لیا جائے پھر بعد عصر دو چار بسکٹ اور کچھ چائے پی لی جائے اور روزہ کے معنی یہ ہوں کہ زیادہ روٹی نہ کھائی جائے۔ اِسی طرح وہ کہتا تھا کہ اگر آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم آج ہوتے تو نماز کی صورت بھی بدل دیتے۔ اُس زمانہ میں لوگ تہ بند باندھتے تھے اور تہ بند باندھ کر خواہ اُلٹے لیٹو یا سیدھے، خواہ اکڑوں بیٹھو خواہ گھٹنوں کے بل کوئی حرج نہیں لیکن اب پتلونوں کا زمانہ ہے۔ اب تو یہی کافی ہے کہ کرسیوں پر بیٹھ کر سر جھکا لیا جائے۔ اگر اِسی طرح کی نماز آج پڑھی جائے جیسے آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کے زمانہ میں پڑھی جاتی تھی تو پتلونوں میں شکن پڑ جائیں اور ان کی استری خراب ہو جائے۔ تو ایک طبقہ اس طرف چلا گیا ہے اور دوسرا اس طرف۔ لاہور وغیرہ شہروں میں مَیں نے سُنا ہے (دیکھا نہیں اور اگر دیکھا ہو تو یاد نہیں) کہ رمضان میں غیر مسلم جو دعوتیں وغیرہ کرتے ہیں اُن میں مُسلمانوں کے لئے علیحدہ افطاری کا انتظام بھی ہوتا ہے۔ بعض مسلمان تو خواہ روزہ نہ بھی ہو شرم کی وجہ سے پہلے یونہی بیٹھے رہتے ہیں اور پھر افطاری میں شریک ہوتے ہیں مگر کئی پہلے وہاں کھا کر پھر افطاری میں جا شامل ہوتے ہیں اور اس طرح گویا عصر کے بعد کھولا ہؤا روزہ دوبارہ کھولتے ہیں اور اپنے مسلمان ہونے کا دوہرا فائدہ اُٹھاتے ہیں۔ عصر کے بعد تو ناشتہ کرتے ہیں اور پھر افطاری میں شامل ہوتے ہیں۔ تو مسلمانوں میں آج ان دونوں قسموں کے لوگ ہیں حالانکہ اسلام وسطی مذہب ہے۔ اِس نے بیماری اور سفر کی حالت میں روزہ جائز نہیں رکھا۔ حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام کی سُنت یہی ہے مگر روزہ اور نماز قصر کرنے کے احکام میں فرق ہے۔ نماز کے متعلق تو یہ حُکم ہے کہ اگر کسی نے چودہ دن تک رہنا ہو تو نماز پوری پڑھے ورنہ قصر کرے لیکن روزہ کے متعلق یہ پابندی نہیں۔ چنانچہ آپ نے قادیان میں آنے والوں کو اجازت دی کہ یہاں روزہ رکھ لیں بشرطیکہ وہ دن سفر میں

نہ ہو اس کی اَور بھی کئی حکمتیں ہیں جو مَیں کئی دفعہ بیان کر چُکا ہوں مثلاً یہ کہ قادیان کو آپ نے ایک روحانی گھر قرار دے کر اِس میں روزہ کی اجازت دے دی۔ غرض حضرت مسیح موعود علیہ السلام نے روزہ و نماز کے سفر میں فرق کیا ہے۔ بعض ان لوگوں کے روزے جو باہر سے عصر کے بعد یہاں پہنچے آپ نے تڑوا دیئے اور فرمایا کہ سفر کا روزہ قبول نہیں ہوتا۔ یہ تو محض بھوکا پیاسا رہنے والی بات ہے لیکن یہاں پہنچ کر دوسرے دن رکھنے کی آپ نے اجازت دی ہے اور اِس طرح دونوں سفروں میں امتیاز ہے گو ایک رنگ میں مشابہت بھی ہے اور وہ اِس طرح کہ نماز کی جماعت سفر میں بھی ضروری ہے اور اِس لئے سفر کی رعایت کو استعمال کرنے کا انسان کو بہت کم موقع ملتا ہے مثلاً جو لوگ قادیان آتے ہیں ان میں کوئی معذور یا بدبخت ہی ہوسکتا ہے جو مسجد میں نہ آئے اور مہمان خانہ میں علیحدہ نماز پڑھ لے۔ جو شخص یہاں آئے گا وہ اگر معذور نہ ہوگا تو مسجد میں ہی آئے گا اور اس طرح اسے قصر کا بہت ہی شاذ موقع مل سکے گا یا اگر باہر کسی جگہ جائے گا تو وہاں بھی عام طور پر جماعتیں ہیں اِس لئے وہاں بھی مسجد میں نماز کے لئے جائے گا اور وہ اگر مومنانہ طریق اختیار کرے تو باجماعت نماز پڑھنے کی کوشش کرے گا اور چونکہ مقامی امام ہی نماز کرائے گا اِس لئے قصر سے فائدہ اُٹھانے کا بہت ہی کم موقع ملے گا۔

لیکن روزہ انفرادی فعل ہے۔ اگر اس میں بھی وہی شرط رکھی جاتی تو بہت سے لوگ روزوں سے محروم ہو جاتے (چنانچہ اِس بناء پر میرا مدّت سے یہ خیال ہے کہ روزہ کا سفر جبکہ ایک جگہ انسان کا قیام ہو، تین دن کا ہے۔ برخلاف نماز کے جس کے لئے سفر کی مدّت چودہ دن مقرر ہے۔)

حضرت مسیح موعود علیہ الصلوٰۃ والسلام نے جو قیام کے دن قادیان میں روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے اس کا یہ مطلب نہیں کہ جو شخص یہاں ایک دو دن ٹھہرے ضرور روزہ رکھے بلکہ آپ نے صرف روزہ رکھنے کی اجازت دی ہے۔

غرض روزہ کے بارہ میں شریعت نے نہایت تاکید کی ہے اور جہاں اس کے متعلق حد سے زیادہ تشدّد ناجائز ہے، حد سے زیادہ نرمی بھی ناجائز ہے۔ پس دوستوں کو چاہئے کہ نہ تو اتنی سختی کریں کہ جان چلی جائے اور نہ اتنی نرمی اختیار کریں کہ شریعت کے احکام کی ہتک ہو اور ذمّہ داری کو

بہانوں سے ٹال لیا جائے۔ کئی لوگ کمزوری کے بہانہ کی وجہ سے روزہ نہیں رکھتے۔ بعض کہہ دیتے ہیں کہ اگر روزہ رکھا جائے تو پیچش ہو جاتی ہے۔ بعض کہتے ہیں ضُعف ہو جاتا ہے حالانکہ روزہ چھوڑنے کے لئے یہ کوئی کافی وجہ نہیں کہ پیچش ہو جایا کرتی ہے۔ جب تک پیچش نہ ہو روزہ رکھنا ضروری ہے۔ جب پیچش ہو جائے پھر بے شک چھوڑ دے۔ اِسی طرح بعض لوگ کہتے ہیں ہمیں روزہ رکھنے سے ضُعف ہو جاتا ہے۔ یہ بھی کوئی دلیل نہیں روزہ چھوڑنے کی۔ صرف اُس ضُعف کی وجہ سے روزہ چھوڑنا جائز ہے جس میں ڈاکٹر روزہ رکھنے سے منع کرے ورنہ یوں تو بعض لوگ ہمیشہ ہی کمزور رہتے ہیں تو کیا وہ کبھی بھی روزہ نہ رکھیں؟

مَیں اڑھائی تین سال کا تھا جب مجھے کالی کھانسی ہوئی تھی۔ اُسی وقت سے میری صحت خراب ہے۔ کئی دوست کہتے ہیں کہ شائد ہی کبھی ''الفضل'' میں یہ دیکھنا نصیب ہوتا ہو کہ آپ کی صحت اچھی ہے۔ مَیں کہتا ہوں کہ آپ کی خوشی کے لئے مَیں کس طرح اپنی صحت کو درست کرسکتا ہوں مگر پھر بھی اللہ تعالیٰ کا فضل ہے کہ وہ کام لئے ہی جاتا ہے۔ اگر ایسے ضُعف کو بہانہ بنانا جائز ہوتو پھر میرے لئے تو شائد ساری عمر میں ایک روزہ بھی رکھنے کا موقع نہ تھا۔ ضعف وغیرہ جسے روزہ چھوڑنے کا بہانہ بنایا جاتا ہے اُسی کی برداشت کی عادت ڈالنے کے لئے تو روزہ رکھایا جاتا ہے۔ یہ تو ایسی بات ہے کہ قرآن کریم میں لکھا ہے نماز بدی سے روکتی ہے۔ اِس پر کوئی شخص کہے کہ مَیں نماز اِس لئے نہیں پڑھتا کہ اس کی وجہ سے بدی سے رُک جاتا ہوں۔

پس روزہ کی تو غرض ہی یہ ہے کہ کمزوری کی برداشت کی عادت پیدا ہو۔ ورنہ یوں تو کوئی یہ بھی کہہ سکتا ہے کہ مَیں اِس لئے روزہ نہیں رکھتا کہ مجھے بھُوک اور پیاس لگ جاتی ہے۔ حالانکہ اسی قسم کی تکالیف کی برداشت کی عادت پیدا کرنے کے لئے ہی تو روزہ مقرر کیا گیا ہے۔ جو شخص روزہ رکھے کیا وہ چاہتا ہے کہ فرشتے سارا دن اُس کے پیٹ میں کباب ٹھونستے رہیں؟ جب بھی کوئی روزہ رکھے گا۔ بھُوک، پیاس ضرور برداشت کرنی پڑے گی اور کچھ ضُعف بھی ضرور ہو گا اور اِس کمزوری اور ضُعف کی عادت پیدا کرنے کے لئے روزہ رکھایا جاتا ہے اور بھی حکمتیں اِس کی ہیں مگر یہ حکمت بھی ضرور مدّنظر ہے کہ انسان کو معلوم ہو کہ جو لوگ بھوکے اور پیاسے رہنے پر مجبور ہوتے ہیں ان کی کیا حالت ہوتی ہے اور اس طرح اسے ان کی مدد اور اعانت

کی طرف توجّہ ہو۔ روزہ اس لئے نہیں رکھا یا جاتا کہ انسان کو کوئی تکلیف ہی نہ ہو اور کوئی ضُعف وہ محسوس نہ کرے۔ تو ضُعف کے خوف سے روزہ چھوڑنا ہرگز جائز نہیں سوائے اس کے کہ کوئی بوڑھا ہو چُکا ہو یا ڈاکٹر اس کے ضُعف کو بھی بیماری قرار دے۔ اِس صورت میں بے شک روزہ نہیں رکھنا چاہئے۔

ضُعف کے متعلق ظاہری ڈیل ڈول اور صورت سے بھی کوئی نتیجہ نہیں نکالنا چاہئے۔ بعض لوگ بالکل ہٹے کٹے، موٹے تازے ہوتے ہیں بخوبی چلتے پھرتے ہیں لیکن دراصل وہ بیمار ہوتے ہیں اور ان کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہوتا۔ بِالخصوص جن لوگوں کو دل کی بیماری ہو وہ بظاہر تو موٹے تازے نظر آتے ہیں لیکن بیٹھے بیٹھے اُن کی جان نکل جاتی ہے۔ کبھی ایسا ہوتا ہے کہ شور کی آواز کان میں پڑی اور ان کی جان نکل گئی بلکہ یہاں تک بھی دیکھا گیا ہے کہ ایسے مریض کے پاس کوئی تھالی فرش پر گری یا اَور ایسا ہی کوئی شور ہوا تو اس کی جان نکل گئی۔ ایسے لوگوں کے لئے بھوک پیاس کا برداشت کرنا سخت خطرناک ہوتا ہے۔

پس کمزوری یا ضعف کا فیصلہ بظاہر دیکھنے سے تعلق نہیں رکھتا بلکہ یہ دیکھنا ہوگا کہ ڈاکٹر کیا کہتا ہے۔

مجھے افسوس ہے کہ ہمارے مُلک میں بہت سے ڈاکٹر بھی دیانتداری سے کام نہیں کرتے۔ ذرا کوئی شخص دو چار بار جُھک کر سلام کر دے تو جو چاہے ڈاکٹر سے لکھوا لے۔ یوروپین لوگ اپنے پیشہ میں بے حد دیانت دار ہوتے ہیں گو ان میں مذہب نہیں۔ یہاں کے ڈاکٹروں کا تو یہ حال ہے کہ ایک واقعہ مجھے یاد ہے۔ ایک ڈاکٹر نے انجمن کے کسی کارکن کو بیماری کا سرٹیفکیٹ دیا۔ تحقیقات پر معلوم ہوا کہ معمولی نزلہ زکام تھا مگر ڈاکٹر نے سفارش کر دی کہ بیمار ہے اور دفتر جانے کے قابل نہیں۔ وہ سَودا لینے بھی گیا، بازاروں میں بھی پھرتا رہا لیکن دفتر میں ضروری کام کے لئے بُلایا گیا تو نہ آیا اور کہہ دیا کہ مجھے ڈاکٹر نے سرٹیفکیٹ دیا ہوا ہے۔ یہ نور ہسپتال کے انچارج صاحب کا ذکر نہیں بلکہ اور ڈاکٹر کا ذکر ہے۔

غرض ہندوستانی ڈاکٹروں میں پیشہ کی دیانت بہت کم ہے اور ظاہر ہے کہ ایسے سرٹیفکیٹ کا کیا اعتبار ہو سکتا ہے۔ ایک شخص اپنے افسر سے لڑ پڑتا ہے اور چاہتا ہے کہ چند روز اس کے

سامنے نہ آؤں۔ وہ جاتا ہے، ڈاکٹر کو جھک کر سلام کرتا ہے اور سرٹیفکیٹ لے جاتا ہے کہ یہ کام کے ناقابل ہے۔ یہ پیشہ کی ذلت نہیں تو اور کیا ہے؟ لیکن اگر حقیقی طور پر ڈاکٹر کسی کو مشورہ دے کہ اس کے لئے روزہ رکھنا مُضِر ہے تو گو وہ بظاہر تندرست بھی نظر آئے اِس کے لئے روزہ رکھنا جائز نہیں ہوگا۔ خواہ دُنیا اُسے تندرست سمجھتی ہو لیکن بیماری کے خیال سے روزہ چھوڑنا جائز نہیں۔

آج کی ہی میری مثال ہے۔ مَیں جب صبح اُٹھا تو مجھے اسہال ہوا اور پیٹ میں درد بھی۔ شیخ بشیر احمد صاحب میرے ساتھ کھانا کھا رہے تھے۔ مَیں نے اُن سے کہا کہ مَیں اِس وقت بیماری کے آثار معلوم کرتا ہوں مگر روزہ کی نیت سے سحری کھاتا ہوں۔ اگر یہ اسہال بڑھے تو روزہ ترک کر دُوں گا اور اگر اتفاقی طور پر اسہال ہوگیا ہے تو روزہ بچ جائے گا۔ صبح کی نماز کے بعد مَیں سو گیا اور جب اُٹھا تو طبیعت صاف تھی۔ وہ گویا وقتی بیماری تھی۔ مَیں اپنے ذاتی تجربہ کی بناء پر جانتا تھا کہ طبیعت کی کمزوری کی وجہ سے یہ بیماری کا عارضی حملہ ہے جو بعض اوقات یکدم مجھ پر ہو جایا کرتا ہے۔ بعض دفعہ دیکھنے والا حیران ہوتا ہے کہ ابھی تو اچھے بھلے تھے مگر یکدم بیمار ہو گئے اور پھر آرام بھی فوراً ہو گیا حالانکہ بیماریاں اس رنگ میں بھی آتی ہیں۔

اِس کے بعد مَیں دکانداروں کو بھی ہدایت کرتا ہوں اور دفتر کو بھی توجّہ دلاتا ہوں کہ دیکھیں اِس پر عمل ہوتا ہے یا نہیں اِس کے متعلق دفتر کو ہدایت دیتے ہوئے مجھے شرم محسوس ہوتی ہے کیونکہ اس قسم کی نگرانی کی ضرورت تو وہاں ہوتی ہے جہاں مذہب نہ ہو۔ احمدی دکانداروں کا خدا تعالیٰ سے واسطہ میرے ذریعہ سے نہیں۔ اگر وہ اسے میرے ذریعہ رکھیں گے تو گھاٹے میں رہیں گے۔ قرآن کریم میں اللہ تعالیٰ آنحضرت صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کو مخاطب کر کے فرماتا ہے کہ ان سے کہہ دو کہ اگر مَیں نے عذاب دینا ہوتا تو کبھی کا ہلاک کر دیتا۔[۳] پس اگر محمد (صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم) کی مرضی پر عذاب آنے کی صورت میں لوگ مارے جاتے تو جو میرے ذریعہ خدا تعالیٰ سے تعلق رکھیں وہ تو بہت زیادہ خطرہ میں ہوں گے۔ آنحضرت صلی اللہ علیہ وسلم کا علم، خشیتُ اللہ اور ہر چیز مجھ سے کہیں زیادہ تھی۔ پس ان کی مرضی سے عذاب آنے کی صورت میں اگر بتاہی جلدی آ سکتی تھی تو میری مرضی پر تو کہیں زیادہ جلدی آئے گی۔ پس ہمارے دکانداروں

کو یہ نہیں دیکھنا چاہئے کہ مَیں کیا کہتا ہوں یا دفتر والے ان سے کیا مطالبہ کرتے ہیں بلکہ انہیں یہ بات مدّنظر رکھنی چاہئے کہ دین ان سے کیا چاہتا ہے؟ مجھے افسوس ہے کہ بعض احمدی دکاندار رمضان میں کھانے کی اشیاء کی دکانوں کو کھلا رکھتے ہیں اور لوگ وہاں بیٹھ کر کھاتے پیتے ہیں حالانکہ یہ رمضان کے احترام کے منافی ہے۔ عصر کے بعد تک کھانے پینے کی تمام دکانیں بند رہنی چاہئیں۔ ہاں روٹی کی کھلی رہ سکتی ہیں کیونکہ مسافر اور بیمار بھی وہاں سے کھاتے ہیں لیکن بہتر ہو کہ ان پر بھی بورڈ لگا دیئے جائیں کہ دن میں یہاں صرف بیمار اور مسافر ہی کھانا کھا سکتے ہیں۔ اس سے ہماری پالیسی تو کم سے کم ظاہر ہو جائے گی لیکن یہ تو کھانے کی دکانوں کے متعلق ہے۔ مٹھائی وغیرہ کی دکانیں تو بہرحال بند ہونی چاہئیں۔ یہ کوئی ایسی چیزیں نہیں کہ جن کے بغیر گزارہ نہ ہو سکے۔ کبھی ایسا موقع نہیں آیا کہ کوئی کہے جلیبیاں اور شکر پارے ضروری ہیں ورنہ جان نکل جائے گی۔ پس ایسی دکانوں کے متعلق یہی قانون ہونا چاہئے کہ وہ تمام دن بند رہیں۔ ہاں افطاری کے وقت کھلیں تا جو لوگ گھر میں افطاری کا سامان نہیں کر سکتے ان کو تکلیف نہ ہو۔

مَیں نے کئی دفعہ دکانداروں کو متوجہ کیا ہے کہ وہ اصلاح کی تجاویز پیش کریں اور اپنی ایک کمیٹی مقرر کریں جو ان تجاویز پر غور کر کے میرے سامنے پیش کرے بلکہ ایک گزشتہ خطبہ میں تو مَیں یہ بھی کہہ چُکا ہوں کہ مَیں دوسروں سے سودا نہ لینے کی قید جو جماعت نے اپنے پر مقرر کر رکھی ہے اُسے ہٹانے کا ارادہ رکھتا ہوں۔ اِس لئے اس سے پہلے پہلے اپنے آپ کو منظّم کر لو مگر اُنہوں نے کوئی توجّہ اب تک نہیں کی لیکن جس روز مَیں وہ قید اُٹھا دوں گا اُس دن دھڑا دھڑ عرضیاں آنے لگیں گی کہ حضور مہلت ملنی چاہئے تھی، یہ ہونا چاہئے تھا، وہ ہونا چاہئے تھا۔ اب تو سب سو رہے ہیں لیکن جس روز مَیں نے اعلان کر دیا رقعوں کی بھرمار ہو جائے گی۔ مَیں تین سال سے کہہ رہا ہوں مگر کوئی توجّہ نہیں کی جاتی لیکن جس روز مَیں نے پابندی ہٹانے کا اعلان کر دیا منافق شور مچانے لگیں گے کہ سختی کی جاتی ہے۔ اتنا ظلم ہو رہا ہے ہم کیا کریں؟ حالانکہ وہی کرنا چاہئے جو مَیں تین سال سے کہہ رہا ہوں۔ دکانداروں کی انجمن بننے سے اصلاح کی کئی صورتیں پیدا ہو سکتی ہیں۔ مجھے افسوس ہے کہ جنگ کی خبر کے ساتھ ہی یہاں کے بعض دکانداروں نے بھی بالکل ناجائز طور پر قیمتوں میں اضافہ کر دیا حالانکہ ان کا کوئی حق نہ تھا کہ اس طرح

قیمتیں بڑھاتے۔ مَیں اس دلیل کا تو قائل نہیں جو بعض لوگوں کی طرف سے پیش کی جاتی ہے کہ یہ چیزیں سستی خریدی ہوئی ہیں اِس لئے سستی بیچی جائیں۔ یہ بے وقوفی کی بات ہے جنگ کے دوران میں دکاندار جو اشیاء مہنگی خریدیں گے کیا یہ دلیل دینے والے بعد میں جبکہ قیمتیں گر جائیں گی اِسی نرخ پر ان سے وہ چیزیں خریدنے کو تیار ہوں گے؟ پس یہ بات عقل کے خلاف ہے اور کوئی تجارت اِس اصول پر نہیں چل سکتی۔ یہ بات تو تمہارے لئے آسان ہے کہ اگر کوئی چیز جس کی قیمت سات آنہ تھی، آٹھ آنہ کی ہو جائے تو تم اسے خرید لو۔ گو دکاندار کی خرید کی قیمت چھ آنہ ہی کیوں نہ ہو لیکن جو چیز کسی دکاندار نے چھ آنہ میں خریدی ہوئی ہے اور سات آنہ میں اسے بیچتا ہو وہ اگر سستی ہو جائے اور اس کی قیمت مثلاً پانچ آنہ ہو جائے تو تم اس کی چھ آنہ میں خریدی ہوئی چیز کو سات آنہ میں لینے کے لئے کبھی تیار نہ ہو گے اور بازار کے اِس وقت کے ریٹ یعنی پانچ آنہ پر فروخت کرنے پر اُسے مجبور کرو گے۔ پس یہ مطالبہ بالکل غلط ہے کہ جو چیز سستی خریدی گئی ہے سستی فروخت کی جائے۔ کیونکہ جو چیز دکاندار نے مہنگی خریدی ہے اُس کے سستا ہو جانے پر اس وجہ سے تم اسے مہنگا نہیں خریدو گے کہ دکاندار نے وہ مہنگی خریدی تھی۔ ان حالات میں دکاندار کو مجبور نہیں کیا جا سکتا کہ اس نے جو چیز سستی خریدی ہے اُسے سستا فروخت کرے۔ پس یہ دلیل تو نادرست ہے مگر یہ بھی جائز نہیں کہ مارکیٹ کی قیمت سے ناجائز طور پر بڑھا کر کوئی قیمتیں وصول کرنے لگے۔ مثلاً ایک چیز انگلستان سے پانچ آنہ میں چلتی تھی بمبئی میں چھ آنہ میں پہنچتی تھی اور لاہور سات آنہ میں ملتی تھی۔ کوئی شخص جنگ کی وجہ سے یکدم اسے نَو آنہ میں بیچنے لگے۔ بغیر اس کے کہ کارخانہ نے اس کی قیمت بڑھائی ہو یا جہاز والوں نے کرایہ زیادہ کیا ہو تو یہ ناجائز ہو گا۔ جب بنانے والا اِسی قیمت میں بناتا ہے، بھیجنے والا اسی قیمت بھی بھیج رہا ہے، پہنچانے والا اِسی قیمت میں پہنچاتا ہے تو تمہارے ساتھ آنہ سے نَو آنہ کس طرح ہو گئے؟ اس کی آخر کوئی وجہ تو ہونی چاہئے۔ یہ تو بالکل ایسا ہی ہے کہ حضرت مسیح موعود علیہ السلام سُنایا کرتے تھے کہ کوئی شخص کسی کے باغ سے انگوروں کا بھرا ہوا ٹوکرا اُٹھا کر لے جا رہا تھا۔ رستہ میں باغ کا مالک مل گیا اُس نے کہا کہ میرے انگور اُٹھا کر کہاں لے جا رہے ہو؟ اُس نے جواب دیا کہ آپ ناراض نہ ہوں پہلے میری بات سُن لیں۔ اس نے کہا اچھا سُناؤ تو کہنے لگا کہ مَیں تو

راستہ پر چلا جا رہا تھا کہ بڑے زور کا بگولا آیا جس نے مجھے اُٹھا کر آپ کے باغ میں پھینک دیا۔ اب بتایئے اِس میں میرا کوئی قصور ہے؟ اُس نے کہا نہیں اِس میں تو کوئی نہیں بلکہ اِس میں تو مجھے آپ کے ساتھ ہمدردی ہے۔ اس نے کہا اچھا تو جب مَیں باغ میں گرا تو پھر بگولا آیا جس سے مَیں اُڑنے لگا اور جان بچانے کے لئے اِدھر اُدھر ہاتھ مارنے لگا۔ اِس میں بتایئے میرا کیا قصور ہے؟ اُس نے کہا نہیں کوئی قصور نہیں جان بچانا آپ کا فرض تھا۔ اس نے کہا کہ مَیں جب ہاتھ مارتا تھا تو انگور گرتے تھے۔ اِس میں بھلا میرا کیا قصور ہے؟ مالک نے کہا کہ اس میں بھی تمہارا کوئی قصور نہیں۔ پھر اُس نے کہا کہ نیچے ٹوکرا پڑا تھا اور انگور اُس میں گرتے جاتے تھے۔ بتایئے اِس میں میرا کیا قصور؟ اس نے کہا اس میں بھی کوئی قصور نہیں۔ وہ کہنے لگا پھر آپ ناراض کیوں ہوتے ہیں؟ مالک نے کہا کہ باقی بات تو سب درست ہے تم مجھ کو اس کا جواب دو کہ اس کے بعد ٹوکرا تمہارے سر پر رکھ کر کس نے کہا کہ تم یہ گھر لے جاؤ۔ اس نے جواب دیا کہ مَیں بھی دل میں یہی سوچتا چلا آ رہا تھا کہ یہ کیا ہو رہا ہے اور مَیں کیوں ٹوکرا سر پر رکھ کر گھر لے جا رہا ہوں؟

یہی حال ان دکانداروں کا ہے جو اشیاء مہنگی ہوتی ہیں ان کی قیمت زیادتی کے مطابق بڑھانی تو جائز بات ہے لیکن بِلا وجہ ان اشیاء کی قیمت کیوں بڑھا دی گئی کہ جن کی قیمت نہ کارخانوں نے بڑھائی، نہ ان پر کوئی محصول لگائے گئے یا اگر خرید کی قیمت میں فرق تو ۱۰/۱ کا پڑا ہے تو کیا وجہ ہے کہ ایسی اشیاء کی قیمت ڈیوڑھی، دُگنی کر دی گئی۔ جب ان لوگوں سے وجہ پوچھی جاتی ہے تو سوائے اس ٹوکرے والے کے جواب کے ان کے پاس اَور کوئی جواب نہیں ہوتا۔

غرض یہ بالکل ناجائز طریق ہے مگر یہ تو ایک ضمنی بات تھی جو مَیں نے بیان کر دی اور اس کی یہ مناسبت تھی کہ رمضان کے مہینے میں کھانے پینے کی چیزوں کے لوگ زیادہ حاجتمند ہوتے ہیں اِس لئے فروخت کرتے وقت احتیاط کی جائے۔ میرا اصل مضمون یہ تھا کہ رمضان کے دنوں میں کھانے پینے کی دکانوں کو بند رکھا جائے۔ روٹی کی دکانیں کھلی رہیں مگر اس سے صرف مسافر اور بیمار کو روٹی دی جائے تندرست، مقیم نہ کھائے۔

اِس امر کے بعد مَیں اس امر کی طرف توجّہ دلاتا ہوں کہ اس سال تحریک جدید کے سلسلہ میں

روزوں کے متعلق مَیں نے تا حال کوئی اعلان نہیں کیا۔ اس کے متعلق مَیں آج اعلان کرتا ہوں۔ رسولِ کریم صلی اللہ علیہ وآلہٖ وسلم کی سنت ہے کہ آپ شوال میں روزے رکھا کرتے تھے۔ پس اس سال کے لئے تحریک جدید کے مقررہ سات روزے مَیں شوال کے مہینہ میں مقرر کرتا ہوں اِس طرح ایک تو اس سنت پر عمل ہو جائے گا اور دوسرے ہمارا روزے رکھنے کا طریق بھی پورا ہو جائے گا۔

مَیں نے تو حساب نہیں کیا، دیکھ لیا جائے۔ اگر پیر یا جمعرات کو عید نہ ہو تو ان میں سے جو بھی پہلے آئے اُس دن پہلا روزہ رکھا جائے اور اس سے شروع کر کے پھر ہر پیر اور جمعرات کو روزے رکھے جائیں اور سات پورے کئے جائیں۔

اس سال کے روزوں کے متعلق دُعاؤں کے سلسلہ میں مَیں یہ اعلان کرنا ضروری سمجھتا ہوں کہ جہاں اپنے لئے، اپنے دوستوں اور رشتہ داروں کے لئے، سلسلہ کے لئے اور اسلام کے لئے دُعا کریں وہاں یہ بھی خیال رکھیں کہ یہ تحریک جدید کا چھٹا سال ہوگا اور اس طرح وہ چوٹی پر پہنچ کر نیچے کی طرف اُتر رہی ہوگی اور یہ دن زیادہ قُربانی کے ہوں گے۔

پس دوست دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ انہیں زیادہ قُربانیوں کی توفیق دے اور اسلام کی ترقی کے لئے ایسا مستقل فنڈ اور مجاہدین کی جماعت پیدا کر دے جو اسلام کے جھنڈے کو دُنیا میں کھڑا کر سکے اور دُنیا کے کناروں تک پہنچا سکے۔ نیز اللہ تعالیٰ مجھے بھی اور دوسرے کارکنوں کو بھی توفیق دے کہ اللہ تعالیٰ کے اموال کو زیادہ سے زیادہ دیانت اور دانائی کے ساتھ خرچ کر سکیں۔ جن لوگوں نے اس میں حصّہ لیا ہے اُن پر اپنے انعام کرے، جنہوں نے وعدے کئے ہوئے ہیں اُن کو پورا کرنے کی توفیق عطا فرمائے اور جو لوگ نئے شامل ہوئے ہیں یا جن کی پہلے کوئی آمد نہ تھی اب ہوگئی ہے مثلاً پہلے طالب علم تھے مگر اب ملازم ہو گئے ہیں یا جن کی مالی حالت پہلے اچھی نہ تھی اب اچھی ہوگئی ہے ان کو بھی شامل ہونے کی توفیق عطا فرمائے۔

دوسری نہایت ضروری دُعا ایک اَور ہے۔ دوستوں کو اس بات کا پوری طرح علم نہیں کہ اس جنگ کے اثرات کتنے وسیع ہیں۔ انہیں چونکہ سیاسیات یا جغرافیہ وغیرہ علوم پر عبور نہیں اس لئے وہ حقیقت سے آگاہ نہیں ہیں اور نہیں سمجھتے کہ اس کے پیچھے ایسا گن پاؤڈر پوشیدہ اور

اس کے نیچے ایسا خطرناک ڈائنامیٹ دباہؤا ہے کہ جس کے پھٹنے سے تمام دُنیا کا نقشہ بدل جائے گا اور نہیں کہا جا سکتا کہ دُنیا کی کیا حالت ہو جائے گی۔ کتنے لوگ مریں گے اور کتنی جائدادیں تلف ہوں گی۔ ان سب باتوں کے سمجھنے کے لئے جس حکمت، علم اور واقفیت کی ضرورت ہے وہ چونکہ اس سے محروم ہیں اس لئے نہیں سمجھ سکتے۔ پس رمضان کے مبارک ایّام میں بھی یہ دُعا کریں اور وہ دوسری دُعائیں جو میں نے پہلے بتائی ہیں اور بعد کے روزوں میں بھی۔ پھر یہ بھی دُعا کریں کہ اللہ تعالیٰ جنگ کے خطرات سے دُنیا کو کم سے کم تکلیف پہنچنے دے اور ہماری جماعت کو توکّلی طور پر اس سے محفوظ رکھے لیکن اگر اس کی مشیّت اس کے خلاف ہو تو پھر کم سے کم تکلیف پہنچائے اور اس کے اندر سے احمدیت اور اسلام کی ترقی کے سامان اپنے فضل سے پیدا کر دے۔ یہ دُعائیں ضرور کی جائیں اور دردِ دل سے کی جائیں۔ یہ نہ ہو کہ صرف ہونٹ ہل رہے ہوں بلکہ دل میں بھی ایسا درد ہو کہ جس کے پیدا ہونے کے بعد اللہ تعالیٰ مومن کی دُعا کو سُن لیا کرتا ہے اور ردّ نہیں کیا کرتا۔'' (الفضل ۲۸؍اکتوبر ۱۹۳۹ء)

---

۱؎ البقرہ: ۱۸۶

۲؎ مصنف ابن ابی شیبہ کتاب فضائل القرآن باب فی درس القراٰن جلد ۱۰ صفحہ ۵۵۹، ۵۶۰۔ ادارۃ القرآن و العلوم الاسلامیہ کراتشی ۱۹۸۶ء

۳؎ وَرَبُّكَ الْغَفُوْرُ ذُوالرَّحْمَةِ ۚ لَوْ يُؤَاخِذُهُمْ بِمَا كَسَبُوْا لَعَجَّلَ لَهُمُ الْعَذَابَ ۚ (الکہف: ۵۹)